

از قلم..... (ڈاکٹر سید محمد اعجاز الحسن شاہ)

قرآن کریم کے لفظ "ربوہ" کا تحقیقی مطالعہ

نحمدہ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم - بسم اللہ الرحمن الرحیم وبعد

(۱) لفظی ترجمہ قرآن مجید میں ربوہ لفظ کا دو دفعہ استعمال ہوا ہے:

(۱) کَمَلَّ جَوَّتَہْ بِرَبْوَۃٍ (سورۃ البقرہ ۲۶۵) اور

(۲) وَاَوْیْنَاہُمَا لِی رِبْوَۃٍ ذَاتِ قَوَارٍ وَمَعِیْنٍ (سورۃ المومنون ۵)

جو سطح زمین سے بلند جگہ پر ہو اور دوسری آیت میں "مَعِیْنِ عَلَیہ السلام اور انہی والدہ کو ایک ٹیلہ پر ٹھکانہ دیا۔ اس لفظ کا اصل مادہ "رب و" ہے۔ جو کہ قرآن مجید میں مختلف جگہوں میں مختلف شکلوں کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ ان تین حروف کو جب یکجا کریں تو یہ لفظ "ربو" کی شکل اختیار کر جاتا ہے، جس کا قرآن مجید میں اس طرح ذکر ہوا ہے

"أَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (البقرہ: ۲۷۵)

یعنی اللہ نے خرید و فروخت کو جائز کیا ہے جبکہ سود کو حرام کیا ہے؟ یہ اصل ہر زیادتی کا نام ہے۔ پھر اس زیادتی پر جب مزید زیادتی ہوتی ہے تو اس میں سستی کا عنصر پیدا ہوتا ہے۔ تو اس پیرائے کی تعبیر کے لئے قرآن مجید نے لفظ راہیہ استعمال کیا ہے۔ فَاخْذْہُمْ اِخْذَۃً رَّابِیَۃً (الحاقہ: ۱)

ہم نے انہیں انتہائی سخت طرح پکڑ لیا۔ یہ راہیہ بھی رب و سے ہی ماخوذ ہے۔ اس کے مصدر کا فعل مضارع ربو اور ربی دونوں طرح قرآن مجید میں مستعمل ہیں۔

ربوہ لفظ کی قرأت تین طرح کی جاتی ہے۔ عام مشہور قرأت "ربوہ" ہے جبکہ "رُبوہ" اور "ربوہ" بھی ہے۔ پہلی دو قراتوں کا ذکر لسان العرب نے کیا ہے۔ (لسان العرب، مادہ ربا) جبکہ تیسری قرأت کا ذکر امام راعب اصنافی نے مفردات القرآن میں (مفردات القرآن مادہ رب و) لام راعب نے اس کا تلفظ "رباؤہ" بھی پڑھا جانا ذکر کیا ہے جبکہ لسان العرب نے "رُبوہ" پڑھنے کو ترجیح دی ہے۔ اور ربوہ پڑھنا بنو تمیم کی لغت قرار دیا ہے۔ اور اسکی جمع رُبُوبٌ اور ربی بتلائی ہے۔ لسان العرب نے "رُبوہ" پڑھنے کو شاید اس لئے راجح قرار دیا ہے۔ کہ اہل عرب اپنی عام بھلائی زبان میں کہتے ہیں۔ "مَوْتُ بَنَا رُبُوہ مِّنَ النَّاسِ" (وہی الجماعۃ العظیمہ نحو عشرہ الاف) یعنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کا ہم سے گزر ہوا (جس سے مراد تھری ہزار اور اسی طرح رباؤہ) کا استعمال بھی اہل عرب اتنی زبان میں اس طرح کرتے ہیں فلان فی رباؤہ قومہ یعنی اس کا شمار اپنی قوم کے معزز لوگوں سے ہے (اساس البلاغۃ مادہ رب و) لسان العرب میں مزید اس مادہ کا ماضی فعل مضارع اور مصدر اور اسکی توضیح اس طرح کی گئی۔

ربا النستی یربو ربو اوربا۔

بمعنی زاد و نما یعنی کسی چیز کا پڑھنا اس کا مضارع ربو اور مصدر ربو اور رباہ بمعنی زیادہ ہونا اور پڑھنا اور اس سے ٹکائی

مزہ فیہ اربیتہ غیتہ کہ میں نے اس کو زیادہ کیا اور بڑھایا قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔ ربی الصدقات یعنی صدقات میں اضافہ کرنے، میں اور حدیث صدقہ میں یوں مذکور ہے۔ تربوانی کف الرحمن حتی تکون اعظم من الجبل۔ کہ صدقہ رحمن کے ہاتھوں میں پڑھ بڑھ کر پہنڈ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے۔ اور عام محاورہ میں کہتے ہیں رب السدین یعنی ستو میں جب پانی ڈالا جاتا ہے تو وہ پھول جاتا ہے اس کے لئے یہ عاودہ بولا جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں زمین کو جو عصفت بیان ہوئی ہے۔ مثلاً اهتزت و ربت ای عظمت و انتفخت

یعنی زمین پھول کر پھٹ پڑی۔ حدیث شریف میں یہ لفظ اس طرح وارد ہے۔ ربوة الفردوس۔ ربوة الجنة ای ارفعها یعنی فردوس جنت کی اونچی جگہ ہے۔ باقی جنتوں کے مقابلہ میں (لسان العرب مادہ رب و) ربوة اور ربوة کے فرق؛ اکثر لغات نے تو واضح نہیں کیا۔ جبکہ ابن کثیر نے اس کتاب النہایہ فی غریب الحدیث والاثر میں یہ فرق کیا ہے۔ الربوة بالضم و الفتح والضم ما ارتفع من الارض۔ یعنی ربوة مضموم اور مفتوح دونوں طرح مگر اگر مضموم ہو تو اس کا معنی سطح زمین سے اونچی زمین۔ باقی اگر بالفتح تو یہ زبانی کے معنی میں ہوگا۔ جیسا حدیث طعنہ کے حوالے سے مذکور ہے "من انی فعلیہ الربوة" یعنی جو زکوٰۃ کے انکاری ہو تو اس سے اصل زکوٰۃ کی رقم سے زائد وصول کیا جائے گا۔ اور اس طرح میں آخر بالجزیہ فعلیہ الربوة یعنی جو اسلام اس لئے قبول نہیں کرتا کہ اس میں آکر زکوٰۃ دینی پڑھے گی تو اس کے اصل جزیرہ کی رقم سے زائد جزیرہ لیا جائے گا۔ (النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ج ۲ ص ۱۹۲) اس فرق سے تو یہ قول راجع ٹھہرا کہ قرآن مجید نے جن دو جگہوں میں اس لفظ کا استعمال کیا ہے۔ اسے "ربوة" پڑھنا اولیٰ ہے۔ جیسا کہ صاحب لسان العرب کی ترجیح ہے۔ المعجم المفہرس للفاظ الحدیث کے حوالہ سے ترمذی میں سورۃ المؤمنون کی تفسیر میں اس لفظ کے ذیل میں لکھا ہے۔ "الفردوس ربوة الجنة و اوسطها و افضلها یعنی فردوس یہ جنت کا ربوة (اونچی جگہ) اور جنت کا بہترین مقام ہے۔ اور سند احمد میں منقول ہے۔ الا ان عمل الجنة حزن ربوة (مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۷ و ج ۳ ص ۳۶۰)

(۲) روایاتی تجزیہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام کو جس جگہ ٹھکانا دیا اس کو ربوة سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر مودود القدر آن حاشیہ میں نقل فرماتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ماں سے پیدا ہوئے تو اس وقت کے بادشاہ نے نبویوں سے سنا کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ پیدا ہوا ہے۔ وہ ان کی تلاش میں پڑا، ان کو بشارت ہوئی کہ اس کے ملک سے نکل جاؤ، اُن کر مصر کے ملک گئے۔ وہ گاؤں تھامیل پر اور پانی وہاں کا خوب تھا (شاہ عبدالقادر۔ ترجمہ قرآن مجید ص ۵۷۱ تاج کھنسی)

(۲) تفسیر جلالین نے بھی اس نقطہ سے اتفاق کیا ہے۔

ذکر فی سبب هذا الايواء ان ملک ذلك الزمان عزم علی قتل عیسیٰ یعنی ان کے ٹھکانے کے سبب کے بیان میں کہ اس زمانے کے بادشاہ نے حضرت عیسیٰ کو قتل کرنا چاہا۔ (تفسیر جلالین کلاں حاشیہ ص ۳۹۰ مطبوعہ نور محمد کراچی)

(۳) تفسیر مظہری کا بھی اس سے اتفاق ہے۔ کہ یہودی بادشاہ ہیردوس جب حضرت عیسیٰ کے قتل کے درپے ہو گیا

تھا تو حضرت مریم بچہ کو لے کر مصر چلی گئی تھیں۔ (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۱۹۱)

(۴) تفسیر القرآن میں بیرووس کے بعد از خلاص کے بعد حکومت کا ذکر ہے۔ کہ ان کی والدہ کو گلیل کے شہر ناصرہ میں پناہ لینے پڑی (بحوالہ مستی ۱۳۲ تا ۲۲۲) تفسیر القرآن ج ۳ ص ۲۸۱

(۵) تفسیر حسینی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ رملہ فلسطین ہے انہوں نے شاف کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رملہ فلسطین یہ ربوہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ٹھہرے۔ (قلبی نسخہ تفسیر حسینی ص ۶۶ ج ۳)

رملہ اس کا واحد الرملہ ہے۔ فلسطین کا بہت بڑا شہر ہے۔ اور یہ مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی رہ چکی ہے۔ (معجم البلدان ج ۳ ص ۶۹) (۶) قلبی تفسیر۔ قرآن القرآن بالبیان مؤلفہ کلیم الدین نور اللہ ۱۱۷ھ کے حوالہ سے ربوہ، ارض مرتفعہ وہی بیت المقدس اور دمشق اور ایلینہ فلسطین اور مصر) یعنی ربوہ یہ اونچی زمین کو کہتے ہیں۔ یہ یا تو بیت المقدس یا دمشق یا ایلینہ فلسطین یا مصر ہے۔ (تفسیر مذکور کا ص ۳۲۳) ایلینہ کے متعلق معجم البلدان میں مذکور ہے کہ اسم مدینہ بیت المقدس کہ یہ بیت المقدس کے کسی شہر کا نام ہے۔ (معجم البلدان ج ۲ ص ۲۹۳) دمشق کے وضاحتی نوٹ میں صاحب معجم البلدان آیت۔ "وآوینا ہما" نقل کر کے لکھتے ہیں کہ وہی دمشق ذات قرار و معین وذات رخاء من العیش یعنی یہ دمشق ہے کہ جو زندگی کی نعمتوں سے بالامال ہے، پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ان عیسیٰ یمنزل عند النمارہ البیضاء من شرقی دمشق کہ عیسیٰ علیہ السلام کہ دمشق کے شرقی سفید دینار پر نزول فرمائیں گے۔ اور والغارہ التی فی جبل البیضاء یقال انہا کانت ماوی عیسیٰ علیہ السلام اور جبل یشرب کی جو غار ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کی جائے پناہ تھی۔ (معجم البلدان ج ۳ ص ۶۹۳) اسی طرح اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں دمشق کے وضاحتی نوٹ کے سلسلہ میں مذکور ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ (یہاں) ایک پرسکون ٹیلہ (ربوہ) پر قیام فرمائے ہوئے تھے۔ (الی ربوہ ذات قرار ۲۳: (المؤمنون ۵۰) اور دنیا کے خاتمے کے قریب دجال سے لڑنے کے لئے سفید دینار پر جسے کبھی تو شرقی دینار قرار دیا جاتا تھا۔ اور کبھی مسجد جامع کا شرقی دینار نزول اجلال فرمائیں گے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۹ ص ۳، ۴ (دمشق)

(۷) (سولانا! ابو الکلام۔ ترجمان القرآن میں اس آیت کے زیر حاشیہ تحریر کرتے ہیں ہم نے انہیں ایک مرتفع مقام پر پناہ دی جو یسے کے قابل اور شاداب تھی۔ غالباً اس سے مقصود وادی نیل کی بالائی سطح ہے یعنی مصر کا بالائی حصہ۔ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی پیدائش کے بعد مریم (ترجمان القرآن ج ۲ ص ۵۳ مطبوعہ اسلامی اکاڈمی)

(۸) امام قرطبی نے الجامع الاحکام القرآن میں تحریر کیا ہے کہ ابو ہریرہ کے ایک قول بموجب فلسطین اور رملہ ہے اور نبی علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔ نیز ابن عباس، ابن السیب اور ابن سلام کے نزدیک یہ دمشق ہے۔ کعب اور قتادہ کے نزدیک بیت المقدس اور ابن زید کے نزدیک مصر (الجامع الاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۱۲۶ مطبوعہ ایران)

(۹) البدایہ والنہایہ میں صہاک عن ابن عباس روایت کرتے ہیں یہود کے خطرہ کے بموجب اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کی طرف وحی کی کہ انہیں مصر کی طرف لیکر چلی جائے۔ اور قرآن مجید میں وجعلنا ابن مریم وامرہ... میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ (البدایہ ج ۲ ص ۷)

(۱۰) تفسیر حسینی کے علمی نسخہ میں ایک روایت یہ بیان کی گئی ہے "آوردہ اند کہ مریم باپسرو پسر عم خود یوسف

آیت "الی ربوہ ذات قرار معین" ذکر ہے۔ (دار معارف بستانی ج ۸ ص ۵۳۸ ماہہ دار المعرفہ بیروت) نیز صاحب معجم البلدان یا قوت بن عبد اللہ الحموی جس کا حوالہ بھی گزرا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دمشق ہے دمشق کے پہاڑ کے دامن میں دنیا کی جنت نظیر جگہ ہے۔ اس کے نیچے دریا بردی ہے۔ یہ دریا ثوری پر ایک خوبصورت تاریخی مسجد کی شکل میں تعمیر شدہ ہے۔ اس کے اوپر دریا یزید بنتا ہے۔ جس کا پانی اس مسجد کے حوض میں گرتا ہے۔ اس مسجد کے ایک پہلو میں ایک گاٹی سی نار نما جگہ ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ کی پیدائش ہوئی ہے۔ جس کا قرآن مجید میں اس آیت کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ (معجم البلدان ج ۳ ص ۲۶ دار صادر بیروت)

نہر بردی یا دریا بردی یہ دمشق کا سب سے بڑا مشہور دریا ہے۔ یہ دمشق سے کوئی پانچ میل دور قنونا نامی جگہ سے بعلبک کے نزدیک چشموں کے پانیوں سے بنتا ہے۔ اس کا کچھ پانی نہر یزید یا دریا یزید میں چلا جاتا ہے اسی طرح جب یہ دریا دمر نامی بستی کے پاس پہنچتا ہے تو اس کا پانی پھر تین حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ یعنی دریا بردی کے شمال میں شمالی ثوری نامی دریا اور مغربی جانب باناس نامی دریا میں (معجم البلدان ج ۱ ص ۷۸) دریاؤں آبشاروں چشموں سرسبز شاداب مقامات کی بہتات یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جنم بھومی قرار پاتی ہے۔

ربوہ کا تحریفی پہلو:

ربوہ کا لفظ ہمیں دمشق سے پاکستان کے صلیح جھنگ تحصیل چینوٹ کے قریب ہی گاؤں "چک ڈھکیاں" جو کہ دریا نے چناب کے شمالی کنارہ پر فیصل آباد سرگودھا روڈ پر واقع لے جاتا ہے۔ اس گاؤں کو آج "ربوہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کا اصلی نام کاغذات مال میں بدستور "ڈھکیاں" (چک ڈھکیاں) چلا آرہا ہے۔ اصلی نام کی جگہ یہ نقلی نام کی تبدیلی پاکستان بننے کے بعد ظہور پذیر ہوئی۔ جب گورنر موڈی نے اس چک کی زمین ۹۰ سالہ ٹھیکہ پر انجمن احمدیہ کو دی۔ تو قادیانی جماعت کے وڈیروں نے اس چک کا نام اپنی مذہبی مناسبت سے "ربوہ" رکھا۔ قرآنی لفظ کا بے جا استعمال تحریف قرآن کے زمرے میں آتا ہے۔ جو کہ کفر کی ناپاک سازش ہے جو کہ کفر کا وطیرہ چلا آتا ہے۔ جہاں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جہاں انہوں نے اپنی تفسیر میں (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے)۔ آیت "الی ربوہ ذات قرار معین" کے مین قادیانی نظریہ تفسیر کی تردید کی ہے۔ کہ ربوہ سے مراد تفسیر ہے۔ وہ اس ربوہ کی بھی تردید کرتے چونکہ یہ ربوہ بعد میں بنا جب وہ دنیا سے جا چکے تھے۔ لہذا انہیں تردید کا موقع نہ ملا۔

(ب) ربوہ سے مراد تفسیر:

مرزا بشیر الدین محمود اپنے قرآنی ترجمہ بعنوان تفسیر صفیر میں آیت و آوہنا حم کے تحت کیا ہے۔ کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ اونچی جگہ تفسیر تھی بائبل یودیوں اور ہندوؤں کی تاریخ سے بہت سے حوالے اس کا تائید میں ملتے ہیں۔ قادیانی وڈیروں نے مرزا بشیر الدین کو مسلمانوں کی تاریخ سے کوئی حوالہ تو نہ مل سکا البتہ کدھم جنس باہم جنس پرواز کے مصداق اپنی کفار برادری سے اس کے تائیدی حوالے ملے۔ پھر دیانت داری یہ کہ ایک حوالہ بھی تحریر میں نہ لاسکے۔ اس طرح قرآنی ترجمہ نگار مولوی محمد علی نے بھی اس آیت کے ذیل میں اپنی کتاب "بیان القرآن" میں مسلم مؤرخین مفسرین اور ترجمہ اور تفسیر نگاروں کی جملہ آراء کو جھٹک کر رکھ دیا۔ اور اپنے تفسیر کے نظریے کو پیش کرنا میں سنی لاماصل کی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو کتاب مذکورہ پر اس کا وضاحتی نوٹ (بیان القرآن ص

۹۳۵) کشمیر تو پرانی تحقیق ہے۔ اب ربوہ نام کی بستی پاکستان صلیع جھنگ کے نقشہ میں موجود ہے۔ تو اس کا مصداق قادیانیت کی نگاہ میں یہی وہ ربوہ ہے جو آیت میں مذکور ہے۔ اگر قادیانیت کو غیر مسلم قرار دینا ضروری تھا تو اس قرآنی اصطلاح اور لفظ کا تقدس اس بات کا مستقاضی ہے کہ اس کو بھی تبدیل ہونا چاہیے۔ اور اس کی جگہ جگہ و ٹھکانا اصل نام زبان خلق ہونا چاہیے۔ کفر اور شرع بالکفر دونوں کا خاتمہ ضروری ہے۔ مسلمان علماء میں سے حضرت مولانا منظور احمد چیموٹی دامت برکاتہم نے اس سلسلہ میں کافی کوشش کی ہے کہ اس (ربوہ) نام کو تبدیل کیا جائے۔ اور بلدیہ ربوہ نے اپنے ایک بل کے ذریعہ اس تبدیلی کو پاس کر لیا ہے۔ مگر ہنوز عمل درآمد نہیں ہوا۔ یہ نقطہ ہمارے مطالعہ کا ایک حصہ تھا۔ جس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

حاصل بحث:

بحث کا حاصل یہ ہوا کہ واقعات اور حقائق کے تناظر میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی جگہ "بیت اللحم" ہے اور یہ جگہ ایک ٹیلہ ہے جیسا کہ الموسوعۃ الذہبیہ میں مذکور ہے۔ وہی تقع علی تلّ تلّ تعظیما من ارباع الکروم والزیون۔ یعنی یہ ٹیلہ ہے جس کے گردا گرد زیوتوں اور انگور کے کھیت ہیں اور اس کتاب میں بیت اللحم کی تعریف میں ذکر کیا ہے۔ وہی لیست بعیدہ عن مدینۃ القدس لیست فی بیت اللحم سوی شارع واحد طویل یقولوا لی کنیستہ المیلاد الی شیدت فی الوکان الذی یعتمد ان المسیح ولد فیہ یعنی بیت اللحم Bythlehem جس شہر سے زیادہ دور نہیں اور اس میں صرف ایک لمبی سڑک ہے۔ جو کہ میلاد نامی گرجا کی طرف جاتی تھی۔ جو اس جگہ تعمیر شدہ ہے جہاں عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ کی پیدائش ہوئی۔ (الموسوعۃ الذہبیہ ج ۳ ص ۲۳۲) اسی طرح مفسرین نے آیت فملتہ فاتبتہ بت یہ مکاناً قصیا (مریم ۲۳) یعنی حضرت عیسیٰ کی والدہ انہیں بوقت پیدائش ایک دور جگہ پر لے گئیں۔ کی نشان دہی بیت اللحم کی طرف کی ہے۔ جیسا کہ علامہ طنطاوی کا قول ہے بعیداً عن الہبا ای اقصی الوادی وہو بیت اللحم یعنی اپنے گھر والوں سے دور وادی کے آخر یعنی بیت اللحم میں (البواہر فی تفسیر القرآن الکریم للطنطاوی ج ۱۰ ص ۸) بیت اللحم کی پہلے ہم معجم البلدان کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ یہ دمشق اور بعلبک کے درمیان ہے یا بیت المقدس سے جبرین کی طرف ہے۔ یہ علاقہ فلسطین کا ہے۔ جیسا کہ مقبوضہ فلسطین کے اس جغرافیائی نقشہ سے واضح ہے۔ ذرا نقشہ ملاحظہ ہو۔ اس نقشہ کی رو سے جہاں مفسرین نے فلسطین رملہ، مصحین بیت المقدس اور مصر کے اقوال درج کیے ہیں وہ سب اپنی لہجہ جگہ درست ہیں یعنی اس سارے علاقہ پر فلسطین کی چھاپ ہے اور اس کے اندر یہ سب علاقے آجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دمشق بھی اس نقشہ میں شامل ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کی رہائش شہر نامرہ بھی اس میں ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کو المسیح الناصری کہا جاتا ہے۔ لہذا اب تمام احتمالات اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں باقی غیر مسلم قرآنی ترجمہ نگاروں نے جو "ربوہ" اس صفاتی نام سے کشمیر کا قول کیا ہے۔ حقائق اس کی نفی کرتے ہیں۔ اور اس صفاتی نام سے کسی شہر کا حقیقی نام رکھنا یہ تعریف قرآنی کا ایک عملی ثبوت ہے۔ جو کہ غیر مسلم کا داؤ بیچ ہے۔ جو مثلاً آیات سے اپنی تاویل باطل کی راہ ہموار کرتا ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں نے و کلمتہ القباہالی مریم و روح منہ سے حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ (اللہ کا بیٹا) کا دعویٰ کیا اور ان کی خدائیت کا قائل رہا۔ اور حکم آیت ان ہو الاعباد العننا علیہ کہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہیں اور رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔ اسی طرح غیر مسلم قادیانی فرہینے

بن مائان دوازده سال در آن موضع بسر کردند۔" یعنی حضرت مریم اپنے لڑکے اور یوسف بن مائان اپنے چچا کے صاحبزادہ کے ہمراہ ۱۲ سال اس جگہ پر رہے۔ (تفسیر حسینی قلمی ص ۶۶۰ محفوظ کتب خانہ جامعہ عربیہ جینٹس صلیج جھنگ)

(۱۱) جلالین نے تفسیر صاوی کے حوالہ سے یہی بات نقل کی ہے کہ آپ کی والدہ اس ٹیلہ پر لے گئیں اور یہاں ۱۲ سال رہیں اتنے میں وہ بادشاہ مرگیا۔ (جلالین کھل حاشیہ ص: ۲۹۰)

(۱۲) مولانا حفظ الرحمن سیوہادی قصص القرآن میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات و واقعات پر تبصرہ فرماتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ کی جائے ولادت کی جگہ کو ٹیلہ (ربوہ) سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ وہ جگہ ہے کہ آپ کی والدہ پیدائش کے قریب بیت المقدس سے دور تقریباً ۹ میل کوہ سراقہ (ساعیر) کے ایک ٹیلہ پر علی گئیں جو اب بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے (قصص القرآن ج ۳ ص ۴۲) بیت اللحم کے متعلق صاحب معجم البلدان نے یہ توضیح کی ہے۔ بیت المقدس کے آس پاس ایک بدروغ جگہ ہے۔ یہاں ایک جگہ مد عیسیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کا محل وقوع بیت المقدس سے جبرین کی طرف ہے۔ جبرین بیت المقدس اور عجلان کے درمیان ایک قلعہ ہے۔ اس کو عمرو بن العاص نے فتح کیا تھا اور اس کو اپنی جاگیر میں شامل فرمایا۔ اس کا نام عظام کے نام پر عجلان رکھا۔ اور ایک روایت کے مطابق بیت اللحم دمشق اور بلبلک کے درمیان ایک بستی کا نام ہے۔ (معجم البلدان ص ۱۰۲ ج ۲) اسی ساعیر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ظہور کی پیشین گوئی ساتھ آسانی کتابوں میں ہوئی۔ چنانچہ قصص القرآن میں مذکور ہے۔ توراۃ انجیل اپنی لفظی و معنوی تریفات کے باوجود آج بھی چند بشارات کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھتی ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کی آمد سے تعلق رکھتی ہیں۔ توراۃ استثناء میں ہے اور اس موسیٰ نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شمیر (ساعیر) سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑوں سے جلوہ گر ہوا۔ (باب ۳۳ آیت ۱۰) اس بشارت میں سینا نے خدا کی آمد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی جانب اشارہ ہے اور ساعیر سے طلوع ہونا نبوت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے۔ کیونکہ ان کی ولادت باسعادت اسی پہاڑ کے ایک مقام بیت اللحم میں ہوئی۔ اور مسیحی کی انجیل میں ہے۔ جب یسوع ہر دوس بادشاہ کے زمانہ میں یہودیہ کے بیت اللحم میں پیدا ہوا۔ (باب ۳ آیات ۱۰۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیت المقدس کی سرزمین ہے جسے الی ربوۃ ذات قرار و معین کہا گیا ہے۔

(۱۳) ابن کثیر نے تفسیر میں لفظ معین کی تفسیر میں لکھا ہے کہ معین سے نہر جاری مراد ہے اور یہ اس نہر کا ذکر ہے حسن کو آیت قد جعل ربک تنک سریا میں بیان کیا گیا ہے۔ اور صفاک اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ کہ الی ربوۃ ذات قرار و معین سے بیت المقدس کی سرزمین مراد ہے اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔ (قصص القرآن ص ۴۶ ج ۳ ص ۴۳)

(۱۴) جامع الملک عبد العزیز مکرمہ کے نامور مفسر قرآن محمد علی الصابونی نے اپنی تفسیر صفوۃ التفسیر میں آیت و آونامہ کے تحت ابن کثیر سے موافقت کی ہے وہ کہتے ہیں ای و جعلنا منزلاً واماوا احوالی مکان مر قفص من ارض بیت المقدس (صفوۃ التفسیر ص ۳۱۰ ج ۲) یعنی ان دونوں کی جائے رہائش اور ان کا ٹھکانہ بیت المقدس کی اونچی زمین پر بتائی۔ اور ذات قرار و معین ای مستویۃ یسقر علیہا واما جار ظاہر للعیون قال الرازی: القرار: المستقر کل ارض مستویۃ بموطۃ و المعین، الماء الظاهر جاری علی الارض و عن قتادہ ذات شمارا، یعنی انہ لاطل الثمار یسقر فیہا ساکنوہ۔ یعنی ذات قرار و معین سے مراد ہموار زمین اور پانی کا چل چلا آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہو۔ امام رازی کے حوالہ سے، قرار سے مراد ہموار زمین ہے۔ اور معین سے مراد، زمین پر چلتا ہوا پانی اور قتادہ کے نزدیک پانی کے ساتھ پھیلی ہوئی۔ کیونکہ

پانی اور پھلوں کی وجہ سے لوگوں کا وہاں رہائش پذیر رہنا ممکن ہوگا۔ (صفوۃ التفسیر سابقہ حوالہ)

راویۃ تطبیق:

اس توضیح نے تو ماں بیٹے (یعنی عیسیٰ اور ان کی والدہ) کی رہائش گاہ اور ٹھکانے کو ایک سبز و شاداب جگہ کو قرار دیا ہے۔ جہاں زندگی کی ضروریات خوب ہوں اور جنت نظر جگہ ہو۔ صاحب معجم البلدان اس کو دمشق قرار دیتے ہیں (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) بیت اللحم دمشق اور بعلبک کے درمیان واقع ہے۔ اگر آپ کی پیدائش بیت اللحم میں ہوئی ہو تو دمشق سے ملحقہ ہونے کی وجہ سے اس کو دمشق کہہ دیا جائے تو عین ممکن ہے پھر صاحب معجم البلدان کے بقول کہ بیت المقدس کے آس پاس ایک جگہ "معد عیسیٰ" سے مشہور ہے۔ اس جگہ کو اگر دمشق میں شامل کر لیا جائے تو یہ عین ممکن ہے۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ کو دمشق سے خاصی مناسبت ہے۔ کہ قرب قیامت وہ دمشق کی جامع مسجد کے ضربتی پینارہ پر نزول فرمائیں گے۔ تو اس مناسبت سے آپ کی پیدائش جو کہ بیت المقدس کے قریب کوہ ساعیر پر دمشق کا اطلاق کر دیا جائے تو یہ بھی خلاف قیاس نہیں۔ چونکہ قرآن پاک نے خود اس کو مطلق چھوڑا ہے مقید نہیں کیا اس لئے اس کو ایک جگہ سے مقید تو نہیں کیا جاسکتا۔ اب ربوہ سے مراد روایات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش کو لینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگلے زمانہ کے لغت نویس کے بموجب آپ نے جو مختلف جگہوں پر سکونت اختیار کی ہو تو یہ معجزاتی رنگ اختیار نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے جس خصوصیت سے بطور انعام جس جز کا آیت شریفہ میں بیان کیا وہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ حمل سے لیکر زمانہ ولادت تک کے واقعات کا احاطہ اور حفاظت دنیا پر ظہور پذیر ہونا ہے۔ اس مذکور بالا قول کی تائید مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی کے تفسیری و احادیثی نوٹ سے ہوتی ہے۔ جو انہوں نے آیت الی ربوہ ذات قرار و معین کے زیر فائدہ نمبر ۱۲ تفسیر کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں شاید یہ وہی ٹیلہ یا اونچی زمین ہو جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم کھڑی تھیں۔ چنانچہ سورہ مریم کی آیت "فناداہا من تحتہا دلالت کرتی ہے کہ وہ بلند جگہ تھی نیچے چشمہ یا نہر بہہ رہی تھی۔ اور کعبور کا درخت نزدیک تھا لیکن عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے بچپن کا (پھر بیروں وغیرہ کا واقعہ نقل کیا) مزید آگے لکھتے ہیں بعض نے ربوہ (اونچی جگہ) سے مراد اوشام یا فلسطین لیا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ جس ٹیلہ پر ولادت کے وقت موجود تھیں وہیں اس خطرہ کے وقت بھی پناہ دی گئی ہو۔ (تفسیر عثمانی ص ۳۸۵۸ حاشیہ فائدہ نمبر ۱۲)

اس جائے ولادت کی تصویر کشی کرتے ہوئے ابن بطوطہ کے حوالہ سے دائرہ معارف بُستانی نے ربوہ Rabwah عنوان کے تحت یہ عندہ یہ دیا ہے "جبل فاس کے آخر پر حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کی والدہ کی رہائش گاہ کی جگہ ہے۔ اور یہ جگہ دنیا کی تمام حسین جگہوں سے زیادہ حسین سیرگاہ ہے۔ اس میں خوب صورت بنتر محلات عمارتیں اور عجیب و غریب باغات ہیں اور حضرت عیسیٰ کی رہائش گاہ کی جگہ اس میں ایک چھوٹی غار نما جگہ ہے۔ اس کے سامنے حضرت خضر کا مصلیٰ ہے پھر مزید یا قوت حموی کے حوالہ سے آبی گزرگاہوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ یہ جگہ شمالی دمشق جبل فاس کے پہلو میں ہے۔ اس کے نیچے پر دی دریا بہتا ہے۔ اور یہ جگہ ایک اونچی مسجد کی شکل میں دریا ٹوڑی پر ہے۔ اس جگہ سے لوہر دریا، یزید گزرتا ہے۔ اس کا پانی مسجد کے حوض میں گرنا ہے اس مسجد کے ایک کونہ میں ایک چھوٹی غار نما جگہ ہے جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جس کا